

صالحہ عابد حسین

(۱۹۱۳ء - ۱۹۸۸ء)



صالحہ عابد حسین کا اصلی نام مصدق فاطمہ تھا۔ وہ خواجہ غلام انقلین کی صاحبزادی اور ڈاکٹر سید عابد حسین کی بیوی تھیں۔ وہ خواجہ اطاف حسین حالی کے خاندان میں پانچ پت میں پیدا ہوئیں۔ لکھنے پڑھنے کا شوق انھیں بچپن ہی سے تھا، مشہور مصنف، فلسفی اور ماہر تعلیم ڈاکٹر عابد حسین سے شادی کے بعد ان کے تصنیف و تالیف کے شوق میں مزید اضافہ ہوا۔ لیکن ان کی بنیادی حیثیت ناول نویس اور افسانہ نگار کی ہے۔ صالحہ عابد حسین اپنے قلم کے ذریعے تحریک آزادی میں شریک رہیں۔ انھوں نے اپنے ناولوں، افسانوں اور ڈراموں کے ذریعے انسانی اور تہذیبی مقدروں کو عام کیا اور عورتوں کے مسائل اور سماجی خرابیوں کی اصلاح کی طرف توجہ دلائی۔ حکومت ہند نے ان کو پدم شری، کا اعزاز عطا کیا۔ کئی صوبائی اکادمیوں نے بھی انھیں انعام دیے۔ ان کے ناولوں میں ’غدراء‘، ’آتشِ خاموش‘، ’قطرے سے گہر ہونے تک‘، یادوں کے چراغ، اور اپنی اپنی صلیب، خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ افسانوں کے چار جمیوعے بھی شائع ہوئے۔



4914CH04

مگر وہ ٹوٹ گئی

دور کسی گھنٹے نے دو بجائے۔ اس کے وسیع بیڈ روم کے ہاتھی دانت کے لیمپ میں نیلا زیر و بلب روشن تھا جس کی ٹھنڈی روشنی میں ہر چیز بے جان سی نظر آ رہی تھی۔ سنگھار میز پر تجھی سیکڑوں شیشیاں، بوتیں برش وغیرہ وغیرہ ۔ ڈبل بیڈ کا قیمتی بستر اور نیلا نائٹ گون، حچت پر لکا چھوٹا سا بلو ریں جھاڑ ۔ ہر چیز اس کا منہ چڑا رہی تھی۔

برا بر کے کمرے میں بچے اپنی آیا کے ساتھ آرام کر رہے تھے۔ دوسرے نوکرا پنے اپنے کواٹر میں محو خواب ہوں گے۔ ہاں صرف اس کی آنکھوں سے نیند غائب تھی۔ دونج چکے، نہ وہ آئے، نہ نیند آئی۔ جس طرح وہ روٹھے روٹھے ہیں اسی طرح نیند بھی روٹھ گئی ہے۔ وہ ڈبل بیڈ کے دوسرے حصے پر لوٹ رکا کر آ گئی اور ان کے تینکے پر سر کھدیا آنکھوں میں آنسوؤں کا ایک سیلا ب سامنڈ آیا جو اس کے گالوں پر لڑھکتے، نپیلوں پر سے پھیلتے نرم تکیے میں جذب ہوتے رہے۔ سامنے دیوار پر ان دونوں کی قد آدم رنگیں تصویریں اور یہاں تھیں۔ ان کی شادی کی تصویر۔ اس کے چہرے پر شریملی اور سرور مسکراہٹ ہے اور ان کی آنکھوں میں اشتیاق ہے، شرات ہے اور تختیس بھی!

شادی — شادی — شادی !!

شادی یا بربادی؟ کتنی بربادیاں اس نے اپنے چاروں طرف پکھی تھیں۔ اتنا کی زندگی۔ جھا بھی کا انجام، اس کی پیاری سیہلی منور ما کی خود کشی، اس کی ٹیچپر کی تنہا اداس زندگی۔ دو چار نپیں بیسیوں نا کام شادیوں کو اس نے دیکھا تھا۔ یہ شادی بربادی کیوں بن جاتی ہے؟ عورتیں تو مردوں ہی کو الزام دیتی ہیں مگر کیا ان کا قصور کچھ نہیں ہوتا؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ شادی شدہ زندگی کو کامیاب اور

مسرور بنا نا عورت کا کام ہے۔ نبائیں کی ذمے داری مرد سے زیادہ عورت پر آتی ہے۔ اگر وہ چاہے تو۔ اگر وہ چاہے تو؟ کیا نبایا نہیں ہو سکتا۔ اس نے اگر کبھی شادی کی تو۔ ”نہیں نہیں۔“ وہ لرز اٹھتی۔ جانے کیا ان جام ہو۔ وہ ابھی شادی نہیں کرے گی۔ ایم۔ اے کرنے کے بعد۔ پھر۔ پھر سوچے گی۔ لیکن ادھر ادھر کی زندگیاں دیکھ کر وہ بہت زیادہ حستاس بلکہ شکی ہو گئی تھی۔ کیا ہرج ہے اگر وہ شادی نہ کرے؟ اور تعلیم پائے۔ ڈگریاں لے۔ اچھی سی تو کری کرے۔ اپنا گھر بنائے۔

مگر یہ نا کام زندگیاں۔ یہ جدا یاں۔ یہ طلاقیں؟ اس میں مرد سے زیادہ عورت کا قصور ہے شاید۔ وہ چاہے تو۔۔۔ وہ سہارنا سکتے۔ گھر بنا نایا بگاڑنا عورت کے ہاتھ میں ہے۔ بھابی کا مزاج۔ خدا کی پناہ! بآجی کی خودداری اور آن بان۔ شوہر سے مقابلے۔ منوراحد سے زیادہ حستاس نہ ہوتی۔ اور اتنی بے زبان تو۔ تو۔ شاید خود کشی کی نوبت نہ آتی۔

اماں اس رشتے کے خلاف تھیں۔ خاندان اور بآجی کو عمر پر اعتراض تھا اور بھائی صاحب کھلّم کھلا کہتے تھے کہ مزاج کا بہت تیز ہے۔ البتہ اب ایسا میاں کہتے۔ ”ذہین ہے۔ اعلاء تعلیم یافتہ ہے۔ اتنی پوزیشن ہے۔ درج، عہدہ، کیانہ تھا ان کے پاس اور پھر یہ مسکان! خواہ مخواہ لوگ مختلف کرتے ہیں۔ پندرہ سترہ برس کا فرق ہے، کیا ہوا۔ مرد کی عمر میں فرق ہونا ہی چاہیے۔ اڑکی جلدی میچور ہو جاتی ہے۔ مزاج سبھی مردوں کا تیز ہوتا ہے۔ عورت اگر مزاج شناس ہو تو۔۔۔ اماں، بآجی، بھابی، منورا، شانتی۔ ان سب کی زندگیاں اس کی نظر میں ہیں۔ سب کی کمزوریاں بھی وہ جانتی ہے۔ اس کا عزم تھا کہ وہ ان کا دل جیتے گی۔ اس کے لیے ناگزیر بن جائے گی۔ اس کے مزاج کو سہارے گی۔ اسے خوش رکھے گی۔ میں نبایہ کرنا جانتی ہوں نبایہ کر کے دکھاؤں گی۔“ اور سب کو ہتھیار ڈالنے پڑے۔ وہ ان کی بن گئی۔

ایک کے بعد دوسرا بیٹھی ہوئی تو اس روشن خیال، اعلاء تعلیم یافتہ مرد کے پھرے پر ناگواری کے بل پڑ گئے۔ جیسے یہ اس کے اختیار کی بات تھی۔ بچیوں نے جانا ہی نہیں کہ باپ کی محبت کس

چڑیا کا نام ہے۔ خالائیں، پھوپھیاں، محلے پڑوس والے جن بچوں کے بھولے چہروں اور پیاری باتوں پر جان دیتے، ماموں بچا جن سے اتنی محبت کرتے وہ ڈیڈی کی صورت کو ترسی رہیں اور ماں کی محبت سے محروم!

مگر اسے تو نباہ کرنا تھا۔ اس کے لیے اس نے وہ سہا، وہ سہا، جس کا اعتراف وہ خود اپنی ذات سے بھی کرنا نہیں چاہتی تھی! سارا خاندان یہ سمجھتا تھا کہ شوہرا سے بے حد چاہتا ہے۔ آنکھ سے اوچھل نہیں ہونے دیتا۔ ہزاروں میں کھیلتی ہے۔ ہر ضرورت اور خواہش پوری ہوتی ہے۔ ہر عیش دارا میسر ہے۔ ایسی خوش قسمت لڑکیاں کم ہوتی ہیں۔ ”خوش قسمت“!!

ہاں اس نے سب کو یہی احساس دلا یا تھا۔ وہ جلتے داغ، وہ ٹکتے زخم، وہ مجروم خودداری، اپنا نیت کا وہ مجبور احساس کس نے دیکھا؟ کون دیکھ سکتا تھا جس کو وہ پندرہ سال سے سہارہ تھی۔ اس کی آنکھوں سے جلتے آنسوؤں کی بارش ہو رہی تھی!

اس نے۔ اس عالی خاندان۔ تعلیم یافتہ۔ خود مختار لڑکی نے کیا کیا نہیں سہا۔ رات رات بھرٹا نگیں دبائیں۔ دن بھر کھانے پکائے اور اپنے ہاتھ سے کھلانے! جب شوشو پیدا ہوا۔ تو کچھ عرصے مجازی خدا نے بیٹی کی ماں بن جانے کے بعد اس کا خیال کیا۔ وہ قدر اور عزت جو کچھ عرصے بعد پھر خاک میں مل گئی۔

چار بجے کی آواز پر وہ چونک پڑی۔ کھڑکی میں سے چاند کی کرنیں شیشے پر دھندا سی گئی تھیں۔ وہ اب تک نہیں آیا۔ اور اب یہ کون سی نئی بات ہے۔ کب سے یہ آگ سینے میں بھڑک رہی ہے اور وہ ان شعلوں کو بھانے اور دبانے کی جدوجہد میں لگی ہوئی ہے۔

”چند دن کو بھیتیا کے پاس چلی جاؤں؟“

”ہاں جاؤنا۔ تمھیں کسی سے محبت ہی نہیں ہے!“

پہلی بار اس نے یہ جملہ سناتا جیران رہ گئی۔ منھ سے نکلا۔

”کیا سچ مجھ چلی جاؤں؟“

”اور کیا اسٹامپ پر لکھ کر دوں؟“

”اور تم میرے بغیر.....“

”میں خوب رہ لوں گا تمہارے بغیر۔ تمہاری لڑکی اتنی بڑی ہو چکی ہے۔ اس کو محبت دو۔

دوسرا ہے بیکوں کو سننہالو۔ میرا پیچھا چھوڑو۔“

وہ گم سم حیران اس کامنگتکی رہتی۔ وہ ایسا ہے نیاز، تعلق بمعماری جسے کوئی بات ہی نہ ہو۔

دور کہیں سے مودُن کی آواز بلند ہوئی۔ اس نے پیچھے کر سڑھک لیا۔ کھڑکی میں سے چھٹی بوکی

بہلکی دو حصہ پر وہ نئی یہ اس کی نظر میں جم گئیں۔ اوس کی زندگی میں اب اوشما کی کوئی کرن چکے گی کپا؟

وہ لڑکی اس سے زیادہ حسین نہیں ہو سکتی۔ کل اس نے ان سے صاف صاف بات کرنے کا

لیکن ایک جملہ سن کر ہی انھوں نے اس کی بات کاٹ دی تھی۔

تم نے جو سنا سب ٹھیک ہے۔ مگر تم کون ہوتی ہو اعتراف کرنے والی۔ وہ تو میری چان کے

ساتھ ہے۔ تم چاہو تو چھوڑ سکتی ہو!“

”نہیں—نہیں—نہیں—“ہٹلر کا انداز سے اس کے منھ سے چینس نکلنے لگیں۔

”دنیں۔ آے مجھے نہیں چھوڑ س گے۔ ایک آتی جاتی عورتیں میری حکم نہیں لے سکتیں۔

”تمہیں مسے کی کمی نہ ہوگی۔ جتنا حاہوگی ملے گا۔“

”نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔ مجھے میسے کی نہیں آپ کی ضرورت ہے۔ بچوں کو یا ب کی

ضرورت ہے۔“

”کے حا۔۔۔“ اور ہے کہتے وہ ماہر نکل گئے۔

اے سورج نکل، آہا تھا۔ آہا مئر بچوں کو تمار کر رہی تھیں۔ نند کی آواز گونج رہی تھی۔ اس کی

ملالز مدد و مارنا شتے کا تقاضا کرنے آچکھی تھی۔ مگر وہ اس طرح ناکست گاولنا میں مسمم کی بیٹھی تھی اور

سو ہے حارہی تھکی.....

”نہیں۔ یہ شادی ٹوٹ نہیں سکتی۔ میں۔ میں سب سہاروں گی۔ سب کچھ جھیلوں گی۔ مگر اسے چھوڑوں گی نہیں۔ عورت کی زندگی میں سخت وقت بھی آتے ہیں۔ آج نہیں کل۔ کل نہیں پرسوں وہ پچھتا میں گے..... اور وہ اڑکی۔ وہ خود انھیں چھوڑ دے گی..... میری جگہ کون لے سکتا ہے.....“

”بیگم صاحب۔ آپ کے نام کا خط۔“ ملازمہ نے ایک بڑا سال لفافہ اس کے کا نیچے ہاتھوں میں دے دیا۔ ”جانے کیا ہے؟“ اس کا دل لرز رہا تھا۔ بڑی دیر بعد اس نے لفافہ چاک کیا۔

”آہ! تو وہ ٹوٹ گئی!“

طلاق نامہ اس کے ہاتھ سے فرش پر گرد پڑا تھا اور وہ بھٹی پھٹی آنکھوں سے دیوار کو تکنے جا رہی تھی اور ایک جملہ بڑا تی جاتی تھی۔

”مگر وہ ٹوٹ گئی۔ ٹوٹ گئی۔ ٹوٹ گئی۔“

صالح عبدالحسین

مشق

لفظ و معنی

محمد	:	جمما ہوا، ٹھہرا ہوا
نالاں	:	بیزار
ہراساں	:	ڈرا ہوا
اوچل	:	نظروں سے چھپا ہوا
ہسٹیریک انداز	:	چیخنا، چلانا، رونا۔ ہسٹیریا یا (Hysteria) ایک بیماری ہوتی ہے جس

میں انسان کا ذہنی توازن بگڑ جاتا ہے اور وہ مختلف طرح کی حرکتیں کرنے لگتا ہے۔

خودداری : اپنی عزت کا پاس

غور کرنے کی بات

- اس کہانی کے دوڑخ ہیں۔ اس کہانی میں جہاں لڑکیوں پر مظالم کی داستان بیان کی گئی ہے وہیں غیرذمے دار مردوں پر طنز بھی کیا گیا ہے۔
- یہ کہانی ہمارے معاشرے کی ان خواتین کی تصویر کشی کرتی ہے جو آئے دن ایسے حالات سے مقابلہ کرتی ہیں، جیسا کہ اس کہانی میں دکھایا گیا ہے کہ شوہر کے بُرے برتاؤ کے باوجود بیوی کسی طرح خواہ وہ اپنے خاندان کی عزت یا اپنے بچوں کی خاطر نباہنے کی کوشش کرتی ہے۔
- صالح عابد حسین کی یہ کہانی جس زمانے میں لکھی گئی اس وقت کی تعلیم یافہ لڑکیاں ظلم سہنے کے باوجود خاموش رہتی تھیں لیکن آج کی عورت بیدار ہو چکی ہے وہ شوہر کے اس گھناؤ نے عمل کے بعد خاموش نہیں یعنی، اس کو صدمہ تو ضرور پہنچاتا ہے لیکن اس کے بعد اس کے اندر ایک نیا عزم پیدا ہوتا ہے۔

سوالوں کے جواب لکھیے

- .1. مصنفہ نے بھا بھی، باجی اور منور ما کی شادیوں کی ناکامی کے کیا اسباب بتائے ہیں؟
- .2. افسانے کی ہیر و ن کو پورا خاندان خوش قسمت کیوں سمجھتا تھا؟
- .3. افسانے کی ہیر و ن ہر طرح کے حالات سے نباہ کر کے کیا ثابت کرنا چاہتی تھی؟

4. اس افسانے کا ہیر و تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود لڑکیوں کے پیدا ہونے پر بیوی سے ناراض کیوں تھا؟

عملی کام

مندرجہ ذیل محاوروں کو جملوں میں استعمال کیجیے:

- پھٹی پھٹی آنکھوں سے تکنا، خاک میں ملنا، آنکھ سے اوچھل ہونا، ہزاروں میں کھینا افسانے میں ایک جگہ ”مزاج شناس“ لفظ استعمال ہوا ہے جس میں ”شناش“ لاحقہ ہے۔ آپ اس لاحقے کا استعمال کر کے تین الفاظ لکھیے۔
- اس افسانے میں استعمال ہونے والے پانچ انگریزی الفاظ لکھیے۔